ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اقبال شناسی بحوالہ رسالہ ماہ نو

☆ اظہر جیلانی
(ریسرچ اسکالر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی)
☆☆ڈاکٹر ذاکیہ رانی
(اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی)
☆☆☆محمد اویس شیخ
(ریسرچ اسکالر، شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی)
☆☆☆☆ڈاکٹر فیضان احمد
(پوسٹ ڈاکٹریٹ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد)
Email: professorfaizanahmed@gmail.com

ABSTRACT
The study of Allama Muhammad Iqbal's intellectual and philosophical dimensions has remained one of the most significant subjects in Urdu research and criticism. Articles published on Iqbal Studies in the journal Maah-e-Nau Urdu hold the status of primary sources for understanding the structure of Iqbal's thought, his spiritual concepts, and his civilizational consciousness .The present research paper offers a critical and analytical study of Iqbal's conception of Sufism. In it, Sufism is not viewed merely as a traditional spiritual experience, but as a dynamic philosophy of self-construction, the perfection of the Khudi (Self), and the realization of an active human role. Within Iqbal's intellectual system, Sufism serves as a liberating force that rescues man from stagnation and passivity, endowing him with the empowering trinity of Ishq (love), Yaqeen (faith), and Amal (action).His celebrated ideal of the Mard-e-Momin (Man of Faith) constitutes the practical embodiment of this spiritual evolution an individual who, in the very process of discovering and realizing his Self, becomes profoundly committed to moral, intellectual, and social responsibilities. For Iqbal, the purpose of life is not confined to personal salvation; rather, it lies in the creative cultivation of the individual, a training that equips him to play an effective and meaningful role within the cosmic order. This study, situated within the broader tradition of Iqbal Studies in Maah-e-Nau Urdu , examines Iqbal's concepts of Sufism, the Mard-e-Momin, and the purpose of existence. It ultimately demonstrates that Iqbal's philosophy of life rests upon a profound synthesis of spirituality and action a synthesis that offers a comprehensive theoretical foundation for addressing the intellectual and ethical dilemmas confronting modern humanity.

تحقیق کی دنیا میں کسی ادیب، شاعر، مفکر یا ماہر فن کے نظریے پر گفتگو کرتے وقت چند ناگزیر چیزوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے کہ وہ بڑا ادیب، شاعر، مفکر یا ماہرِ فن کس نظریے کا قائل ہے اور وہ فن کو محض فن جانتا ہے یا کہ زندگی سے اس کی تطبیق کرتا ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

کسی بھی مفکر یا صاحبِ نظر شخصیت کے افکار و نظریات کا منصفانہ اور جامع تجزیہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کی شخصیت کے مختلف ابعاد، روحانی، جسمانی، جذباتی، فکری اور عملی، کو باہم مربوط تناظر میں نہ دیکھا جائے۔ محض اس کے نظریاتی افکار کو الگ کر کے جانچنا، شخصیت کے اس پیچیدہ نظام کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے جس میں فکر، احساس، شعور اور عمل ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل تعامل میں رہتے ہیں۔ بعض اہلِ فکر کے نزدیک انسانی شخصیت دراصل روح اور بدن کی ایک ایسی وحدت ہے جس میں دونوں عناصر باہم پیوست ہو کر انسانی وجود کی معنوی و عملی تشکیل کرتے ہیں۔ جذبات کو بھی اسی تناظر میں محض نفسیاتی ہیجان نہیں سمجھا جا سکتا، بلکہ وہ روحانی کیفیات کی ان لہروں کا مظہر ہوتے ہیں جو انسان کے باطن سے انگیخت پا کر شعور و ادراک کی سطح پر نمودار ہوتی ہیں۔ یہ روحانی اور جذباتی کیفیات جب ذہنی ادراک کو متاثر کرتی ہیں تو فکر و شعور ان کی ترجمانی کرتے ہوئے انسانی ارادے کو متحرک کرتے ہیں، اور بالآخر بدنی قویٰ انہی ادراکی و ارادی کیفیات کے زیرِ اثر مختلف اعمال و افعال کا اظہار کرتے ہیں۔ اس طرح روحانی واردات، جذباتی کیفیات، ذہنی ادراک، ارادہ اور عملی مظاہر ایک مربوط اور مسلسل سلسلۂ عمل کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی باہمی تعامل شخصیت کی تعمیر و تشکیل اور اس کی فکری پرداخت کا بنیادی سرچشمہ بنتا ہے۔ چنانچہ جب فکر، شعور اور عمل اس داخلی ہم آہنگی کے ساتھ ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے اپنی بلند ترین سطح پر پہنچتے ہیں تو شخصیت اپنی فکری و معنوی تکمیل کے قریب ہوتی ہے۔ گویا شخصیت کا منتہائے کمال محض علم کی کثرت یا افکار کی وسعت میں نہیں، بلکہ روح، فکر اور عمل کے اس متوازن امتزاج میں مضمر ہے جہاں انسان کا باطن اس کے ظاہر کو معنی عطا کرتا ہے اور اس کا فکر اس کے عمل کو سمت و مقصد فراہم کرتا ہے۔

میں ایسے ہی مفکر کے بارے میں سخن طراز ہوں کہ جو اپنی پوری قوت کے ساتھ روحانی اور بدنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مشرق میں ایک بڑے مرتبے پر فائز ہوئے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال اپنی ذات میں بلند ہمہ جہت شخصیت تھے۔ کشمیری خانوادے سے تعلق رکھنے والے شیخ محمد نور کی تربیت محمد اقبال کو ڈاکٹر محمد اقبال اور فکر و فلسفے کے نامور شاعر بنانے میں کارفرما ہے۔ انھیں اعلیٰ مرتبت بزرگوں کی صحبت میسر آئی اس کے توسط سے برصغیر کے اُفق پر پوری آب و تاب کے ساتھ مشرق کا یہ آفتاب طلوع ہوتا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے روشنی کی کرنوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی زندگی کو روشن کر دیا۔

اقبال شناسی ایک نہایت وسیع، اہم اور ہمہ گیر علمی موضوع ہے، جس نے گزشتہ کئی دہائیوں سے اہلِ علم و ادب کی توجہ اپنی جانب مبذول کر رکھی ہے۔ محمد اقبال کی شخصیت اور فکر کے مختلف پہلوؤں کو متعدد ادیبوں، محققین، نقادوں اور اہلِ دانش نے اپنے اپنے علمی زاویۂ نظر سے اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کے افکار کی فکری گہرائی، فلسفیانہ وسعت، شعری جمالیات، روحانی بصیرت اور تہذیبی شعور نے مختلف ادوار میں اہلِ قلم کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ اقبال کی شخصیت اور فکر کے کسی نہ کسی گوشے کو موضوعِ تحقیق بنائیں۔ چنانچہ اقبال پر وقیع تحقیقی کتب، تنقیدی مقالات اور مطالعاتی مضامین کا ایک وسیع ذخیرہ وجود میں آ چکا ہے، جب کہ متعدد صاحبِ مطالعہ ادیبوں، مفکرین اور شعراء نے بھی اقبال کے افکار و نظریات کے بارے میں اپنے گراں قدر تاثرات اور آرا کا اظہار کیا ہے۔ اس اعتبار سے اقبال شناسی محض ایک شخصی مطالعے کا نام نہیں، بلکہ ایک وسیع علمی و فکری روایت ہے، جس میں ہر عہد اپنے نئے سوالات، نئے زاویۂ نظر اور نئے فکری تناظر کے ساتھ اقبال کو از سرِ نو دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

میں بطورِ مقالہ نگار اقبال شناسی کو مختصراً پیش کر رہا ہوں جس میں اقبال کے نظریات اور فلسفے کی آمیزش برابر موجود رہے گی۔ اقبال کے انکسار اور نرم خوئی نے ایک طرف تو ان کے قلب کو لطافتوں کی آماجگاہ بنا دیا تو دوسری طرف اساتذہ کی توجہات کو ان کی طرف نمایاں طور پر منعطف کر دیا جس سے انھیں اپنی شخصیت کی تربیت میں بڑی مدد ملی۔ نرمی اور گداز قلب نے ان کی شخصیت کو حقیقی معنوں میں آفاقی بنا دیا اور انھیں وہ گرمیٔ

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

نوا عطا ہوئی جس نے پورے عالم اسلام کے دلوں کو گرما دیا۔ خود اقبال کو اس بات کا احساس تھا کہ انھیں یہ مقامِ قلندری اور عجز و خلوص کے توسل سے ملا ہے:

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں (۱)

اقبال کا نظریۂ مقصدِ حیات:

اقبال ایک عظیم شاعر ہونے کے ساتھ بہترین مبصر، ناقد، فلسفی اور مصلح تھے ان کی وسعتِ نظر اور ہمہ گیری کئی رنگوں میں جلوہ گر ہوتی ہے کیوں کہ ان کے ہاں شعر و سخن کی نئی راہیں ملتی ہیں اور دوسری جانب فلسفے میں ان کے نظریات آشکار ہوتے ہیں۔ ایک فلسفی کسی حقائق کو جب پیش کرتا ہے تو اسے خشک اور بے رنگ انداز میں بیان کرتا ہے جب کہ شاعر کائنات کے مشاہدے اور اپنی ذہنی ادراک کے مطابق زندگی کی خوبصورت تصویر پیش کرتا ہے۔ اقبال ایک جگہ لکھتے ہیں:

"شاعری کی بدنصیبی ہے کہ اس کا کام بُرا بھلا جو کچھ بھی ہو غیر محسوس ہوتا ہے اور ظاہری آنکھیں مرئیات کی طرف قدرتاً متوجہ ہوتی ہیں"(۲)

اقبال کا فلسفۂ خودی:

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تُو آب جُو اسے سمجھا، اگر تو چارہ نہیں (۳)

در حقیقت اس فلسفے کے بارے میں جو اقبال نے کہا کہ خودی ایک بحر ہے جس کا کنارہ نہیں بالکل درست ہے کہ جیسے جیسے انسان کی خودی اپنے ادراک کو پہنچتی ہے تو اس کی تہیں کھلنے لگتی ہیں اور وہ گہرائی کے ساتھ گیرائی کے علم کو بھی جاننے لگتا ہے بلکہ اس پر وہ چیزیں بھی آشکار ہوتی ہیں جسے ظاہری طور پر دیکھا نہیں جا سکتا۔ لیکن اسے حاصل کر کے انسان اپنے خالق کی حکمت پر ناز کرنے لگتا ہے۔ بقول اقبال:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے (۴)

خودی ایک سفر ہے جو خود شناسی سے خدا شناسی کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ پھر اس کی منازل اور مراتب ہیں۔ تخلیق کائنات کے بعد اور تخلیق آدم سے اب تک اور ابد تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اسی لئے ڈاکٹر نکلسن کی خواہش پر علامہ اقبال نے اپنے نظریہ خودی کی تشریح خود کی تھی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "حیات تمام و کمال انفرادی حیثیت رکھتا ہے، ہر موجود میں انفرادیت پائی جاتی ہے، ایسی کوئی شئے موجود نہیں ہے جسے حیات کا کل کہہ سکیں۔ خود خدا بھی ایک فرد ہی ہے۔ لیکن ایسا فرد جس کا عدیل و نظیر نہیں، کائنات افراد کے مجموعے میں جو نظم و تربیت ہم دیکھتے ہیں وہ قائم و دائم نہیں، ہمارا قدم تدریجی طور پر بے نظمی اور انتشار سے نظم و ترتیب کی طرف بڑھ رہا ہے اور کائنات مراتب تکمیل طے کر رہی ہے، ہنوز مکمل نہیں ہوئی۔"(۵)

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون (۶)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اقبال شناسی کے حوالے سے رسالہ "ماہ نو" میں ان کی شخصیت و فن کے کئی پہلوؤں کو محققین اور ناقدین نے اپنی علمی بصارت اور بصیرت سے اجاگر کیا ہے۔ اقبال ایک شخصیت ہی نہیں بلکہ ایک عہد کا نام ہے جس نے مسلمانوں کے فکر و شعور کو تازگی عطا کی ہے۔ ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی اپنے مضمون میں اقبال کے تصورِ خودی کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہیں"

"اقبال کے نزدیک جملہ موجودات کی اصل ایک باشعور قوتِ تخلیق ہے جسے وہ انتہائی خودی کہتے ہیں"(۷)

ان کا خیال ہے کہ اس انتہائی خودی کو قرآن پاک میں ایک تصور کیا گیا ہے اور اس کی انفرادیت کو واضح کرنے کی غرض سے اس کو اللہ کا مخصوص نام دے کر اس کی تعریف کی گئی ہے۔ کیوں کہ انتہائی خودی زمانِ مجرد میں رہنا انتہائی خودی کی اثبات ہے اور خودی کی اثبات کے معنی "انا" ہیں۔

"انتہائی خودی کے لیے فطرت کی وہی حیثیت ہے جو انسانی خودی کے لیے کردار کی ہے۔ فطرت کا مطالعہ خدا کے کردار کا مطالعہ ہے۔"(۸)

اقبال نے فکر و شعور کی آگہی جس انداز میں عطا کی ہے اس سے اقبال کے باطن کا روشن ہونا ثابت ہوتا ہے اور جو نظریات انھوں نے پیش کیے ہیں وہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا ہر نظریہ اپنے بہترین وجود کے ساتھ قائم ہے۔ وہ انسان کی داخلی صورت کو زندگی عطا کرتا ہے۔ اقبال کے دیگر نظریات کا مطالعہ اور مشاہدہ کرنے کے بعد ان کی باوصف ہونے کا اعتراف ہونے لگتا ہے۔ ڈاکٹر محمد دین تاثیر اپنے مضمون "اقبال کا نظریۂ فن و ادب" میں رقم طراز ہیں کہ:

"بڑے شاعر شاذ و نادر ہی بڑے نقاد ہوتے ہیں۔ کولرج ایک استثنٰی ہے اور ہمارے زمانے کے شاعروں میں بس ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ ہیں جن کا رتبہ شاعری اور تنقید دونوں میں یکساں بلند ہے۔ ان کے مقابلے میں اُردو ادب سے دو بڑے شاعروں کے نام پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ایک تو حالی جن کی مسدس کو اکثر بیسویں صدی کی عظیم نظم کہا جاتا ہے، اور دوسرے اقبال جنھیں بہت سے سخن سنج نقادوں نے دنیا کے بڑے شاعروں میں شمار کیا ہے، یہ دونوں بڑے شاعر بھی تھے اور بڑے نقاد بھی"(۹)

حالی کی مقصدیت اقبال کو ورثے میں حاصل ہوئی، انھوں نے فن برائے فن کی مخالفت کی اور فن برائے ادب کی حمایت کی اس لیے ان کے ہاں رومانی کیفیت کم ملتی ہے۔ ان کے ہاں موضوعات کی پابندی، اخلاق آموز اور فلسفیانہ ہوتی ہے۔ ان کے یاں الہامی کیفیت میں اعصابی خلل یا جنون آمیزے دورے کے آثار نہیں پائے جاتے، اور وہ اس عقیدے کے قائل رہے کہ شاعری زندگی کی تابع ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد دین تاثیر اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

"اقبال نے اپنے نظام اخلاقیات کی بنیاد شخصیت پر رکھی ہے، یہ چیز نہیں کسی ایک فرقے کے نظریات کا اسیر بن کے رہ جانے سے بچالیتی ہے۔ اس معاملے میں اقبال اور ٹالسٹائی ایک ہی جیسے ہیں۔ لیکن ٹالسٹائی نے اپنے آپ کو فقہ کے احکام تک محدود کر لیا تھا، مگر اقبال یہاں ٹالسٹائی سے بالکل الگ ہیں۔"(۱۰)

اقبال کا نظریۂ مردِ مومن:

اقبال نے اپنے کلام میں جو مردِ مومن کی صفات بیان کی ہیں وہ شانِ کریمی کے توسط سے قائم ہے، اس نے مردِ مومن کو خاص طور پر قریبی ربط کے لیے پیدا کیا ہے اور انسان (مردِ مومن) تمام کوتاہیوں اور تقصیروں کے باوجود اس کی منشائے تخلیق ہے تاکہ کرۂ ارض پر وہ حکمِ الٰہی کو نافذ کر سکے۔ مردِ مومن کی تعریف اقبال نے اشعار میں نہایت خوبی اور وضاحت سے کی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
!گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت

!یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے

دنیا میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو، وہ شبنم

دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں، وہ طوفان (۱۱)

ان اشعار کے بارے میں کرم حیدری اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

"مردِ مومن کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب صفات خداوندی میں سے ہیں۔ ہر لحظہ نئی آن اور نئی شان اس کی ہوتی ہے۔ وہی قہار بھی غفار بھی، قدوس بھی اور صاحبِ جبروت بھی ہے۔ اس کی شانِ جمالی یہ بھی ہے کہ لالہ (گل) کی نرم و نازک پتیاں اس سے ٹھنڈک حاصل کرتی ہیں اور شانِ جلالی یہ ہے کہ اس کی ہیبت سے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ جب یہی صفات مردِ مومن میں ہوں تو وہ خدا تو نہیں لیکن خداوندی کا مظہر ضرور بن جاتا ہے۔" (۱۲)

مردِ مومن کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے اعجازِ عمل سے تجدیدِ حیات کرتا ہے اور بتدریج اس کی زندگی خوابِ پریشان کی نئی تعبیر پیش کرنے لگتی ہے، اسے نئی راہیں دکھائی دیتی ہیں اور وہ اپنے سفر پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اس میں بہت سے صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کہیں وہ زورِ بازو سے تو کہیں وہ نگاہ کی جنبش سے تاریخ رقم کر دیتا ہے اور کہیں دنیا کی تقدیر بدلنے کی قوت پیدا کر لیتا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (۱۳)

مومن جب صفات الٰہی کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے تو اس میں وہ اللہ تعالیٰ قوت پیدا کر دیتا ہے جو صرف اس کے قرب سے حاصل ہوتی ہے۔

اقبال اور تصوف:

تصوف کے دو بنیادی تصورات ہیں پہلا یہ کہ عقل و خرد اور شعور و ادراک سے ماورا مراقبہ میں یکسوئی سے بیٹھ کر خدا سے ہمکلام ہونا۔ ایک باکمال صوفی کشف کے ذریعے خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس سے باتیں کرتا ہے۔ جب کہ دوسرا تصور یہ ہے کہ اپنی ذات کا اس کی ذات میں انضمام ہونا۔ تصوف میں دونوں مقامات کا حصول آسان نہیں بلکہ ریاضت اور عبادت کے درجات میں محویت سے ممکن ہے۔ یہ سب کمالات دنیا سے گوشہ نشینی کر کے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ سلطان صیقی اپنے مضمون میں اس موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہیں:

"تصوف کے ہی افکار و نظریات جو اسلامی معاشرہ کا لازمی جزو بن گئے تھے ادبی تخلیقات کا بھی حصہ بن گئے جن کا اظہار کسی نہ کسی اندازہ میں ہر شاعر و ادیب اپنی تخلیقات میں کرنا ضروری سمجھنے لگا۔ اقبال کبھی اپنے ابتدائی دور کے کلام میں فلسفہ وحدۃ الوجود کے اسیر نظر آتے ہیں۔ وہ وحدت و کثرت کی گوناگوں نیرنگیوں میں الجھتے ہیں لیکن خدا کی یکتائی کے ضرور قائل ہیں۔ انہیں کائنات کی ہر شے میں اسی حسن کامل کے جلوے مختلف رنگ و روپ میں نظر آتے ہیں جن کی موجودگی میں کسی شے کا اپنا وجود کوئی حقیقت نہیں رکھتا محض وقتی اور اعتباری رہ جاتا ہے۔ وہ جلووں کی کیفیت اور نوعیت کی رنگارنگی کو بھی محض انسانی ذہن کی اختراع سمجھتے ہیں ورنہ انسان کی قوت گویائی ہو یا غنچہ کی چٹک جگنو کی چمک ہو یا پھول کی مہک سب ایک ہی خدائے واحد کی ذات و صفات کے مختلف جلوے ہیں۔" (۱۴)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

حسنِ ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے
انسان میں وہ سخن ہے، غنچے میں وہ چٹک ہے
اندازِ گفتگو نے دھوکے دیئے ہیں، ورنہ
نغمہ ہے بوئے بلبل، بو پھول کی کی چہک ہے
کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے، وہ پھول میں مہک ہے
یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو؟
ہر شے میں جبکہ پنہاں خاموشیٔ ازل ہو(۱۵)

اقبال اپنی بشری صفات پر نازاں ہیں ان کے فکر و نظر کا یہ کمال ہے کہ وہ عقل و خرد کی رفاقتوں میں گزرتے ہوئے عرفانِ ذات کی منزل حاصل کر لیتے ہیں۔

متاع، بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقامِ بندگی دیکر نہ لوں شانِ خداوندی(۱۶)
ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی(۱۷)

اقبال کے تصوف میں حیات انسانی مجبور ہے۔ نہ اس کی حقیقت عیاں ہے بلکہ ہم کہ سکتے ہیں کہ اس حیات میں خودی کی جلوہ گری موجود ہے جو ہمہ وقت ترتیب و تنظیم کے عمل میں مصروف ہے۔ یہی وہ تصور کے مقام و مرتبے ہیں جہاں کشف، کرامات، سوز و گداز، تمنائیں، تڑپ اور وجود پر نورانیت اور روحانیت کا حصول ہوتا ہے۔ المختصر ہوں کہیے کہ اقبال کی شخصیت اس مناسبت سے منفرد اور یکتا ہے کہ ان کے ہاں تصوف کے موضوعات گہرے تناظر میں دکھائی دیتے ہیں کہ وہ عرفان و آگہی کے انتہائی مراتب حاصل کر چکے ہیں۔ جس کا ادراک ہمیں ان کے کلام سے بخوبی ہوتا ہے۔ اقبال کی شخصیت کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

"اقبال کے اس نظام فکر میں، جس کا تمام ماحول مادی ہے، عشق کا عقیدہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس کا ایک رکن عقل کے کمال کا انکار اور جذبۂ وجدان کی برتری کا اثبات ہے۔ اس معاملے میں اقبا کی پھر صوفیوں اور عارفوں کی حکمت کے پیرو ہو گئے ہیں اور کمال کی منزلوں کو کسی ایسی روحانیت کی مدد سے طے کرنا چاہتے ہیں جس تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔"(۱۸)

اقبال کے ہاں اجتماعیت پر غور و فکر کے پہلوؤں نے کلام اور خود ان کی شخصیت کو آفاقیت بخشی ہے اور ان کا اقبال بلند ہوا ہے۔

اقبال اور تصورِ مرگ:

اقبال کے نظریات میں خاک کی ناپیداری تو مسلم ہے لیکن ان کے یہاں زندگی کو جو تصور سب سے نمایاں ہے وہ دائمی زندگی کا تصور ہے۔ ان کے یا موت ایک ایسا نقطہ ہے جہاں ساعتوں کی رفتار رک جاتی ہے۔ موت۔ زندگی کے حال اور مستقبل کے سنگم پر ایک ایسا خوف ہے جو ہر وقت

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

انسان کے ذہن پر مسلط رہتا ہے اور اسے کرب و بلا میں مبتلا رکھتا ہے۔ اقبال کے نزدیک موت کا ادراک کیا ہے، اس بارے میں انور سدید لکھتے ہیں:

"اقبال کے ہاں بھی موت کا ادراک واضح صورت میں موجود ہے اس کی ابتدائی شاعری میں یہ مسئلہ ایک سوال کی صورت میں ابھرتا ہے اور وہ دلِ انسان کے اس چھپے ہوئے کانٹے کا اسرار معلوم کرنے کے لئے فکری کاوش میں مبتلا نظر آتا ہے۔ چنانچہ بانگ درا میں اس نے خفتگانِ خاک سے جو بلاواسطہ استفسار کیا ہے اس میں موت کے مسئلہ کو ہی اساسی حیثیت حاصل ہے اور اقبال اپنے اس اضطراب استفسار کو یوں ظاہر کرتا ہے۔

تم بتا دو راز جو اس گنبدِ گردوں میں ہے
موت اک چبھتا ہوا کانٹا دلِ انساں میں ہے"(۱۹)

اس تصور مرگ کے حوالے سے اقبال کہتے ہیں:

اول و آخر فنا باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نو منزلِ آخر فنا(۲۰)
زندگی انساں کی اک دم کے سوا کچھ بھی نہیں
دم ہوا کی موج ہے، رم کے سوا کچھ بھی نہیں(۲۱)

"اقبال کے ہاں جزو اور کُل کا رشتہ بندے اور خدا کا رشتہ ہے۔ جس طرح کُل یعنی خالق کائنات کو زوال نہیں ہے اسی طرح جزو اپنی لاشخصی حیثیت میں دوامی ہے۔ اور موت اس مقام اتصال کا نام ہے جب تھوڑے سے عرصہ کے لئے جزو کا تحرک رک جاتا ہے اور وہ کُل کی ایک نئی شکل میں ظاہر ہونے کے لئے کُل میں ہی سما جاتا ہے۔ شاید اس لئے انسان کو اقبال نے ایک حباب سے تعبیر کیا ہے جو موج دریا کا حصہ ہے، اس سے جنم لیتا ہے اور پھر دوبارہ جنم لینے کے لیے اسی میں ضم ہو جاتا ہے۔"(۲۲)

جنتِ نظارہ ہے نقشِ بالائے آب
موجِ مضطر توڑ کر تعمیر کرتی ہے حباب(۲۳)

اقبال اور عشق رسول:

علامہ اقبال کی شخصیت محض ایک عظیم شاعر، مفکر اور فلسفی کی حیثیت تک محدود نہیں، بلکہ ان کے فکری و روحانی وجود کا ایک نہایت روشن اور نمایاں پہلو عشقِ رسولِ اکرم ﷺ ہے۔ اقبال کے نزدیک ذاتِ رسالت مآب ﷺ نہ صرف ملتِ اسلامیہ کی وحدت و اجتماعیت کا مرکز تھی بلکہ انسانی زندگی کی فکری، اخلاقی اور روحانی تعمیر کا سب سے بلند اور کامل نمونہ بھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری اور نثر میں محبتِ رسول ﷺ ایک محض جذباتی کیفیت کے طور پر نہیں، بلکہ ایک زندہ اور متحرک قوتِ حیات کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ اقبال نے اپنی پوری فکری و شعری زندگی کے دوران مسلمانوں کو عشقِ رسول ﷺ کی حقیقت، اس کی معنویت اور اس کے تقاضوں سے آشنا کرنے کی کوشش کی۔ وہ عشق کو محض زبانی عقیدت یا جذباتی وابستگی نہیں سمجھتے، بلکہ اسے فرد کی روحانی بیداری، اخلاقی تطہیر اور ملت کی بیداری کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ ان کی تصانیف، بالخصوص اسرارِ خودی، رموزِ بے خودی، بانگِ درا، بالِ جبریل اور ضربِ کلیم میں عشقِ رسول ﷺ کے مختلف پہلو نہایت مؤثر اور دل آویز انداز میں نمایاں ہوتے ہیں۔ یوں اقبال کی فکر کا مطالعہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ان کے تصورِ عشقِ رسول ﷺ کو ان کے فکری نظام کے بنیادی اور مرکزی عنصر کے طور پر پیشِ نظر نہ رکھا جائے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

جنھیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانہ دل کے مکینوں میں (۲۴)

اقبال ایک سچے عاشق رسول تھے اور جب بھی عاشقان رسول ﷺ کا تذکرہ کرتے تو اس وقت آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مرحوم علم الدین شہید (ملعون راجپال کو جہنم رسید کرنے والا) کا ذکر کرتے ہوئے اقبال کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ "ہم تو ساری عمر باتیں ہی بناتے رہے اور وہ بڑھئی کا لڑکا کامیاب ہو گیا"

علامہ اقبال کو حضور اکرم ﷺ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ "اسرار خودی" کے آخر میں انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ بات عرض کی کہ حضور ﷺ اگر میں اس مثنوی میں مسلمانوں کو تعلیم قرآن کے علاوہ اپنی طرف سے کوئی مشورہ دیا تو آپ ﷺ قیامت کے دن مجھے اپنے قدموں کے بوسہ سے محروم کر دیں۔

گر دلم آئینہ بے جوہر است
ور بحرفم غیر قرآن مضمر است
روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا (۲۵)

احترام آدمی:

اقوامِ عالم کے عروج و زوال کے اسباب کا گہرا مطالعہ یہ حقیقت آشکار کرتا ہے کہ کسی قوم کی ترقی یا انحطاط محض خارجی عوامل کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ اس کی بنیاد بڑی حد تک خود اس قوم کے اوصاف و نقائص، کردار و عمل اور اجتماعی رویّوں میں مضمر ہوتی ہے۔ قوم کی حقیقی قوت کا پیمانہ اس کی عمارتوں، وسائل یا ظاہری ترقی سے نہیں، بلکہ اس کے معاشرے اور اس میں بسنے والے افراد کے اخلاقی و انسانی اوصاف سے متعین ہوتا ہے۔ جس معاشرے کے افراد احساسِ آدمیت سے محروم ہو جائیں، جہاں انسان کی حرمت، عدل، اخوت، ہمدردی اور باہمی احترام کی قدریں ماند پڑ جائیں، وہاں تہذیب کا ظاہری جاہ و جلال زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ایسا معاشرہ بظاہر زندہ ہوتے ہوئے بھی اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے اور بالآخر اپنی زوال پذیری کے اسباب خود اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ گویا اقوام کی موت ہمیشہ بیرونی یلغار سے واقع نہیں ہوتی، بعض اوقات قومیں اپنے اخلاقی زوال، اجتماعی بے حسی اور احساسِ انسانیت کی موت کے نتیجے میں اپنی موت آپ مر جاتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دوراندیش اور بلند نظر مفکرین نے ہمیشہ انسان کی تعمیرِ کردار اور احیائے آدمیت کو اجتماعی ترقی کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ محمد اقبال کی فکر میں بھی آدمی اور آدمیت کا تصور ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ فرد کی خودی، کردار، عمل اور روحانی ارتقا کے ذریعے ایک ایسے انسان کی تشکیل چاہتے ہیں جو اپنی ذات سے بلند ہو کر ملت اور نوعِ انسانی کی فلاح کا وسیلہ بن سکے۔ اسی وسیع انسانی شعور اور ہمہ گیر فکری بصیرت کے باعث اقبال محض حکیمُ الامت نہیں، بلکہ بجا طور پر حکیمِ نوعِ انسان بھی کہلانے کے مستحق ہیں، اس لیے کہ ان کا پیغام کسی ایک قوم یا خطے تک محدود نہیں بلکہ انسان کی عظمت، کردار کی سربلندی اور آدمیت کی بقا کا عالم گیر پیغام ہے۔

علامہ اقبال انسان کو خلیفتہ اللہ ہونے کا پورا پورا احساس دلانا چاہتے تھے تاکہ وہ اس بلند مقام تک پہنچ جائے اقبال کی بہترین تمنا اس کی امید اس کی دعا اس کے سوا کچھ نہیں۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

فروغِ مشتِ خاک از نوریان افزوں شود روزے
زمین از کوکبِ تقدیرِ او گردوں شود روزے (۲۶)

اس تحقیقی مقالے میں رسالہ ماہ نو میں علامہ محمد اقبال کی شخصیت اور فن پر شائع ہونے والے مضامین کا اجمالی طور پر مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں مختلف ادبا نے مختلف زوایہ نظر سے اقبال کی شخصیت کو اُجاگر کیا ہے۔ کسی بھی محقق کے لیے اقبال کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ ان کی شاعری کے ادوار کا مطالعہ کریں تو ان کے فکری زاویے، نظریے اور رویے اپنے اندر نئی جہتوں اور وسعتوں کو نمایاں کرتے ہیں۔ فکر، شعور و آگہی، تسلیم و رضا، آفاقیت، معاشرتی اصلاح اور اجتماعیت بہت بلند درجے پر فائز ہیں۔

مختصر یوں کہیے کہ اقبال کی شخصیت اس اعتبار سے بے حد منفرد اور یکتا ہے کہ انھوں نے ایک ایسی قوم کے ذہن و فکر میں انقلاب برپا کرنے اور اصلاح احوال کی کوشش کی ہے جو اپنے درخشاں ماضی اور اس کی روایات کو یکسر فراموش کر چکی تھی۔ اپنی غرض و غایت اور فرض شناسی سے دور کم نظری کا شکار ہو چکی تھی۔ چنانچہ ان کی شاعری وقت کی آواز کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی ملی نفسیات کا بھی بہترین سرمایہ ہے اور فکر و عمل کا وہ پیغام بھی ہے جو انھوں نے امتِ مسلمہ کو دیا ہے۔ ماہ نو میں شامل تحاریر مختصر احوال کے ساتھ جامع اور گنجِ معانی ہیں جن میں تازگی، عمدگی اور زندگی کا احساس ملتا ہے۔

اقبال کی شخصیت کا موضوع اس قدر وسیع ہے کہ جب بھی گفتگو کی جاتی ہے تو تہہ در تہہ پہلوؤں سے علم ہونے لگتا ہے اور اس ہی لیے مکتبۂ علم و ادب اقبال کے موضوع کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کے بارے میں لکھنا چاہتے ہیں۔ یہی ان کی شخصیت میں سب سے بڑی انفرادیت ہے۔ اقبال شناسی کے حوالے سے بے شمار کتب اور رسائل ہیں جس میں بہت وسیع پیمانے پر کام کیا گیا ہے۔ میں نے بھی ایک مختصر کوشش کی ہے جس میں اجمالی طور پر اقبال شناسی بحوالہ ماہ نو یہ مقالہ تحریر کیا ہے۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱: علامہ محمد اقبال، مسلمان کا زوال، ضربِ کلیم، کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس، لاہور، طبع چہارم، ستمبر ۱۹۴۴ء، صفحہ ۱۲
۲: عبداللہ قریشی، اقبال کا مقصدِ حیات، اقبال کے فکری آئینے: مرتب، حسن رضوی، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ ، صفحہ نمبر ۴۸
۳: علامہ محمد اقبال، بالِ جبریل، تاج کمپنی لمیٹیڈ برانڈرتھ روڈ، لاہور، اشاعت اول، جنوری ۱۹۳۵ء، صفحہ ۶۶)
۴: ایضاً، صفحہ ۸۱
۵: اقبال کا فلسفہ خودی، ڈاکٹر عندلیب شادابی، رسالہ ماہ نو، اپریل ۱۹۵۰، ادارۂ مطبوعات پاکستان، کراچی، صفحہ ۹)
۶: علامہ محمد اقبال، بالِ جبریل، تاج کمپنی لمیٹیڈ برانڈرتھ روڈ، لاہور، اشاعت اول، جنوری ۱۹۳۵ء، صفحہ ۴۴
۷: ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی، اقبال کا تصورِ خودی، رسالہ ماہ نو، اپریل ۱۹۵۷ء، ادارۂ مطبوعات پاکستان، کراچی، صفحہ ۷)
۸: ڈاکٹر آصف جاہ کاروانی، اقبال کا تصورِ خودی، رسالہ ماہ نو، اپریل ۱۹۵۷ء، ادارۂ مطبوعات پاکستان، کراچی، صفحہ ۸)
۹: ڈاکٹر محمد دین تاثیر، اقبال کا نظریۂ فن و ادب، رسالہ ماہ نو، اپریل ۱۹۵۰ء، ادارۂ مطبوعات پاکستان، کراچی، صفحہ ۷)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

۱۰:ڈاکٹر محمد دین تاثیر،اقبال کا نظریۂ فن وادب،رسالہ ماہ نو،اپریل ۱۹۵۰ء،ادارۂ مطبوعات پاکستان،کراچی،صفحہ ۸)
۱۱: علامہ محمد اقبال،مسلمان کا زوال،ضربِ کلیم،کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس،لاہور،طبع چہارم،ستمبر ۱۹۴۴ء،صفحہ ۵۷
۱۲:کرم حیدری،اقبال کا مردِ مومن،رسالہ ماہ نو،اپریل ۱۹۶۶ء،ادارۂ مطبوعات پاکستان،کراچی،صفحہ ۱۸)
۱۳:علامہ محمد اقبال،طلوع اسلام،بانگ درا،شیخ غلام علی اینڈ اسنز پبلشرز لاہور،طبع سوم،مئی ۱۹۷۶ء،صفحہ ۲۷۱)
۱۴:سلطان صدیقی،اقبال اور تصوف،رسالہ ماہ نو،اپریل ۱۹۷۰ء،ادارۂ مطبوعات پاکستان،کراچی،صفحہ ۱۹۵)
۱۵:علامہ محمد اقبال،جگنو،بانگ درا،شیخ غلام علی اینڈ اسنز پبلشرز لاہور،طبع سوم،مئی ۱۹۷۶ء،صفحہ ۸۵)
۱۶:علامہ محمد اقبال،بالِ جبریل،تاج کمپنی لمیٹیڈ برانڈرتھ روڈ،لاہور،اشاعت اول،جنوری ۱۹۳۵ء،صفحہ ۲۱)
۱۷:علامہ محمد اقبال،بانگ درا،شیخ غلام علی اینڈ اسنز پبلشرز لاہور،طبع سوم،مئی ۱۹۷۶ء،صفحہ ۱۰۲)
۱۸:ڈاکٹر سید عبداللہ،اقبال کے فکری آئینے،مرتبہ:حسن رضوی،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۱۹۹۰ء،صفحہ ۹۷)
۱۹:انور سدید،اقبال کا تصورِ مرگ،رسالہ ماہ نو،اپریل ۱۹۷۰ء،ادارۂ مطبوعات پاکستان،کراچی،صفحہ ۱۸۲،۱۸۳)
۲۰:علامہ محمد اقبال، نظم:مسجد قرطبہ،بالِ جبریل،تاج کمپنی لمیٹیڈ برانڈرتھ روڈ،لاہور،اشاعت اول،جنوری ۱۹۳۵ء،صفحہ ۱۲۷)
۲۱:علامہ محمد اقبال،بانگ درا،شیخ غلام علی اینڈ اسنز پبلشرز لاہور،طبع سوم،مئی ۱۹۷۶ء،صفحہ ۱۳۵)
۲۲:انور سدید،اقبال کا تصورِ مرگ،رسالہ ماہ نو،اپریل ۱۹۷۰ء،ادارۂ مطبوعات پاکستان،کراچی،صفحہ ۱۸۸)
۲۳:علامہ محمد اقبال، نظم:والدہ مرحومہ کی یاد میں،بانگ درا،شیخ غلام علی اینڈ اسنز پبلشرز لاہور،طبع سوم،مئی ۱۹۷۶ء،صفحہ ۲۳۱)
۲۴:علامہ محمد اقبال،بانگ درا،شیخ غلام علی اینڈ اسنز پبلشرز لاہور،طبع سوم،مئی ۱۹۷۶ء،صفحہ ۱۰۷)
۲۵:پروفیسر یوسف سلیم چشتی،اقبال اور عشق رسول،اشاعت خاص،سیرت رسول ﷺ،رسالہ ماہ نو،اگست ۱۹۶۴،ادارۂ مطبوعات پاکستان ،کراچی،صفحہ ۲۸
۲۶:شاہ عبدالغنی نیازی،احترام آدمی،رسالہ ماہ نو،اپریل ۱۹۶۴،ادارۂ مطبوعات پاکستان،کراچی،صفحہ ۱۱